المقادیر فی الشریعہ الاسلامیہ

(مسئلہ تقدیر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں)

علامہ اصغر علی روحی

واضح ہو کہ مسئلہ قضاوقدر نہایت دقیق اور وسیع مسئلہ ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں اکثر لوگ مادی فلسفہ کے مطالعہ سے نیچریت یا دہریت کے دام میں آکر ایمان حقیقی کی شاہراہ سے کوسوں دور جاپڑتے ہیں اور چونکہ یہ مسئلہ تمام اصول وفروع شریعت کے لئے بمنزلہ اساس کے ہے اس لئے اگر کسی شخص کو قضاوقدر پر ایمان نہیں تو یقیناً وہ محض برائے نام اسلامی جماعت میں شمار ہوتا ہے ورنہ درحقیقت اسے اسلام واہل اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ ربنا لاتزغ قلوبنا......(آمین)

ذیل میں مقادیر خمسہ کی تشریح کی جاتی ہے جن کا اسلامی شریعت میں مفصلاً ذکر آچکا ہے۔ چونکہ ایسے ضروری مسائل سے ہر ایک مسلمان کا تکمیل ایمان کے لئے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں اس امر کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ناظرین کو ان مسائل کی حقیقت سے بے خبر نہ رہنے دیا جائے مگر چونکہ ہر ایک شخص خود بخود ان کا استنباط نہیں کر سکتا اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اہل اسلام میں ان کی اشاعت کریں۔

التقدیر الاول

تقدیر اول سے اللہ تعالیٰ کا اشیائے کائنات کو قبل از خلق السموات والارض ایک خاص اندازہ پر رکھنا مراد ہے۔ ایک حدیث میں جو صحیح مسلم میں بروایت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ مروی ہے یوں وارد ہوا ہے ''کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنة وعرشه علی الماء،،۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی ہر ایک چیز کا اندازہ باندھ دیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور یہ کتابت اس ساعت میں واقع ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے چنانچہ ایک حدیث میں جو مسند امام احمد رحمہ اللہ میں بروایت عبادہؓ بن صامت مروی ہے یوں وارد ہوا ہے ''قال دخلت علی عبادة وهو مریض التخایل فیه الموت فقلت یاابتاه اوصنی واجتهد لی فقال اجلسونی فلما اجلسوه قال یابنی انک لن تجد طعم الایمان ولن تبلغ حق حقیقة العلم بالله تبارک وتعالی حتی تومن بالقدر خیره وشره قلت یاابتاه وکیف لی ان اعلم ماخیر القدر وشره ،قال تعلم ان مااخطاک لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک

☆انت تحمل فی نفسک قناطیر النعم،وکنوزالخیرات التی وهبک ایاها.☆

یابنی انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان اول ماخلق الله تعالی القلم ثم قال اکتب...... فجری فی تلک الساعة بماهو کائن الی یوم القیامة یابنی ان مت ولست علی ذلک دخلت النار،، ۔یعنی میں عبادہ (اپنے باپ) کے پاس گیا اور وہ مرض الموت میں پڑے تھے میں نے کہا کہ اے مہربان باپ مجھے کچھ وصیت فرمایئے کہنے لگے کہ ذرا مجھے اٹھا کر بٹھلا دو جب اٹھا کر بٹھلا دیئے گئے تو فرمایا کہ بیٹا تجھے ایمان کی حلاوت اور کماحقہ علم معرفت ذات باری حاصل نہیں ہونگے جب تک تو تقدیر الٰہی کے خیر وشر پر ایمان نہیں لائے گا۔ میں نے کہا کہ اے باپ مجھے تقدیر کے خیر وشر کا کیونکر علم ہو؟ فرمایا کہ جو چیز تجھ سے ٹل جائے اس کی نسبت تجھے یقین ہو کہ تقدیر ہی میں اس کا ٹل جانا لکھا تھا اور جو چیز تجھ پر وارد ہو اس کی نسبت تجھے یقین ہو کہ اس کا نہ ملنا تقدیر الٰہی میں مقدر تھا۔ بیٹا! میں نے پیغمبر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا تھا کہ پہلے پہل اللہ تعالی نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لکھ بولا خدایا! کیا لکھوں؟ حکم ہوا کہ ہر ایک امر جو قیامت تک ہونے والا ہے لکھ۔ بیٹا! تجھے اس تقدیر الٰہی پر اگر ایمان نہیں ہوگا تو جہنم میں جائے گا۔

اس حدیث میں صاف طور پر تقدیر خداوند جل وعلا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ قبل از وجود کائنات اللہ تعالی نے تمام امور کو جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک واقع ہونگے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے لکھ دیا تھا اور محدث ترمذی نے اسی مضمون کی حدیث ذیل کو روایت کیا ہے اور اس کو حدیث حسن صحیح لکھا ہے۔

''عن عبدالله بن عباسؓ قال کنت خلف النبی صلی الله علیه وسلم یوماً فقال لی یاغلام انی اعلمک کلمات احفظ الله یحفظک احفظ الله تجده تجاهک اذا سالت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الا مة لو اجتمعت علی ان ینفعک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبه الله علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف،،۔

یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا آپ نے فرمایا او لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھلانا چاہتا ہوں اللہ تعالی (کے احکام کی) حفاظت کر وہ تیری حفاظت کریگا تو اس کی شریعت کی عزت کر تو اسے اپنے سامنے پائیگا۔ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالی ہی سے کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر اور اس بات کا یقین کر لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سارے جمع ہو کر تجھے کچھ ضرر پہنچانا چاہیں تو وہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالی نے مقدر کر رکھا ہے (تمہارے وجود سے پہلے) قلم خداوندی لکھنے سے فارغ ہو چکا ہے اور دفاتر (رجسٹر) لکھے جا چکے اور خشک ہو چکے ہیں (یعنی جو کچھ ہونا تھا پہلے ہی سے ہو چکا ہے)۔ اور بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

☆احسن الی الناس ٭وقلم الخیر للبشر ٭لتلقی السعادة من عیادة مریض ٭واعطاء فقیر والرحمة بیتیم.☆

کہ ''یااباھریرۃ جف القلم بماانت لاق ،،۔یعنی اے ابوہریرہ جو تیرے پیش آنے والا ہے اس پر ازل میں قلم خداوندی لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

درحقیقت مذکورہ بالا مضمون کی تصدیق میں آیہ ''مااصابک من مصیبۃ فی الارض ولافی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراھا ،،موجود ہے اور یہی آیت احادیث مسطورۂ بالا کا ماخذ ہے۔اس آیہ شریفہ میں جو مسئلہ تقدیر کے حل کرنے میں اصل اصول ہے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ لفظ نبراھا میں ضمیر ھا کا مرجع کیا ہے۔غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مصیبۃ ۔ارض۔نفس علیحدہ علیحدہ تینوں مرجع ہو سکتے ہیں مگر محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ تینوں کا مجموعہ اس ضمیر کا مرجع ہے ۔آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ زمین میں اور تمہارے نفسوں میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی جو ان چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں ثبت نہ ہو چکی ہو۔حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ''واللہ ان اللہ لیقضی القضیۃفی السماء ثم یضرب لھا اجلاً انہ کائن فی یوم کذاو کذافی ساعۃ کذاو کذافی الخاصۃ اوالعامۃ حتی ان الرجل لیاخذا لعصامایاخذ ھاالابقضاء وقدرہ قال یااباسعیدواللہ لقد اخذتھاوافی عنھا لغنی ثم لا صبرلی عنھا قال الحسن اولاتری ،،

یعنی بخدا اللہ تعالی آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کر کے اس کے لئے ایک مہلت اور روزِ وقوع اور ساعتِ وقوع معین کر دیتا ہے وہ امر عام لوگوں سے متعلق ہو یا کسی خاص شخص سے حتیٰ کہ آدمی اپنی چھڑی کو بھی محض حکم آسمانی (الٰہی) کے مطابق ہاتھ میں لیتا ہے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے ابوسعید بخدا کہ میں چھڑی ہاتھ میں لیتا ہوں حالانکہ مجھے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں ہوتی مگر پھر بھی مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا انہوں نے فرمایا کہ اس سے کیا تجھے حکم تقدیر الٰہی کا یقین نہیں ہوسکتا؟

اورحدیث ذیل مذکورہ بالا تشریح کو اور بھی تقویت دیتی ہے ''ان اللہ عزوجل خلق خلقہ فی ظلمۃثم القی علیھم من نورہ فمن اصابہ من نورہ یومئذ اھتدی ومن اخطاہ ضل فلذلک اقول جف القلم علی علم اللہ ،،یعنی اللہ تبارک وتعالی نے اپنی خلقت کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا سو جس شخص پر اس دن وہ نور پہنچ گیا وہ تو ہدایت یافتہ ہوگیا اور جو اس نور سے علیحدہ رہا وہ گمراہ ۔اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کے علم ازلی پر قلم الٰہی خشک ہوگیا (جو ہونا تھا ہو چکا)۔

تقدیر ثانی

تقدیر اول قبل از خلق السموات والارض اور تقدیر ثانی بعد از خلق مگر افراد عباد کے پیدا ہونے سے پہلے۔چنانچہ ترمذی میں بروایت ابوعبدالرحمٰن سلمی عن علی ابن ابی طالبؓ مروی ہے ''بینمانحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھوینکت فی الارض اذ رفع راسہ الی السماء ثم قال مامنکم من

احد الاقد علم قال وکیع الاقد کتب مقعده من النار او مقعده من الجنة قالوا افلانتکل یارسول الله قال الاعملوا افکل میسر لما خلق له،،۔یعنی ہم جناب پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تھے اورایک کریدنی سے آپ زمین کو کریدتے تھے کہ یکا یک آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایااور پھر فرمایا کہ کوئی تم میں سے ایسانہیں کہ جس کا ٹھکانا جہنم یا جنت میں (پہلے سے) معین نہ ہو چکا ہو۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا (اس صورت میں) ہم اللہ تعالی پر بھروسہ نہ کرلیں آپ نے فرمایا نہیں تم عمل کئے جاؤ کیونکہ ہرایک شخص کواس امر کے بجالانے میں آسانی دی گئی ہے جواللہ تعالی نے اس کے لئے مقدر کردیا ہے۔اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث بروایت عمران بن حصین مروی ہے ’’قیل یارسول الله أعُلِم اهل الجنة من اهل النار فقال نعم قیل ففیم یعمل العاملون قال کل میسر لما خلق له،،۔یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیااہل جنت اہل نار سے علیحدہ ہو چکے ہیں توآپ نے فرمایا کہ ہاں۔عرض کیا گیا کہ عمل کرنے والے کس امر کی بابت عمل کررہے ہیں (یعنی یہ معاملہ طے ہو چکا ہے تواب عمل کرنے سے کیا فائدہ؟) آپ نے فرمایا کہ ہرایک شخص اس امر کے لئے جواس کے لئے مقدر ہو چکا ہے آسانی دیا گیا ہے۔اورصحیح حاکم میں بروایت ابی ابن کعب......آیت......واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم،،مروی ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کواس دن جمع کر کے جفت جفت بنادیااوران کو قوت گویائی دی چنانچہ ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیااور الست بربکم سے ان سے عہد لیا جس پرانہوں نے...... بلی!......کہا یعنی تو ہمارا پروردگار ہے اور ہم تیرے مطیع فرماں بردار بندے ہیں تب اللہ تعالی نے کہا کہ اے بنی آدم میں تمہارے اس اقرار پرزمین اورآسمان کواور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ مقرر کرتا ہوں تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگوکہ ہمیں تیری ربوبیت کا علم نہیں تھایا ہم اس امر سے غافل پڑے رہے۔سوتمہیں میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرناہوگی اور کسی غیر کو میرے ساتھ شریک نہ کرنا ہوگا۔میں تمہاری ہدایت کے لئے تمہاری طرف پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرااس وقت کا عہد یاددلاکر تمہیں میری عبادت کی طرف متوجہ کیا کریں گے اور میں اپنی شریعت اور کتابیں تمہارے لئے نازل کروں گا۔اللہ تعالی کے اس عہد کے لے چکنے پرحضرت ابوالبشر کوان کی اولاد دکھلائی گئی آپ نے اپنی اولاد کومختلف حالات اوروضع میں دیکھ کرعرض کیا کہ خدایا اگرتوان سب کو یکساں بنادیتا تو کیااچھا ہوتا۔اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں یہ جانتاہوں کہ بندے میرے شکر گذار ہوں (اگرسب کے حالات یکساں ہوتے توعبودیت کا اظہار نہ ہوتااس لئے میری حکمت کاملہ اس اختلاف کی مقتضی ہے) انہیں لوگوں میں آدم علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کودیکھا کہ چراغ کی طرح روشن تھے۔

اور بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ،آیہ’’وإذ اخذ ربک ......الخ کے ذیل میں فرماتے ہیں’’ان

☆اعلم انک لست الوحید فی البلاء ،فما سلم من الهم احد،ومانجا من الشدة بشر.☆

اللہ اخذ علی آدم انہ ربھم و کتب رزقہ واجلہ ومصیباتہ ثم اخرج من ظھرہ ولدہ کھیئۃ الذر فاخذ علیھم المیثاق انہ ربھم و کتب رزقھم واجلھم ومصیباتھم ،،یعنی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے کر اس کی روزی اور مدت عمر اور مصائب وغیرہ کا اندازہ معین کر دیا پھر اس کی پیٹھ سے چیونٹیوں کی طرح اولاد کو نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے کر ان کی روزی اور مدت عمر اور مصیبتوں کا اندازہ باندھ دیا۔

مسطورہ بالا آیت شریفہ کے ذیل میں بروایت عبداللہ بن مسعودؓ یوں مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالا تو آپ کی پشت کے داہنے پہلو پر ہاتھ پھیرا اور اولادِ آدم کو جو سفید موتیوں کی طرح چیونٹیوں کی شکل میں تھے نکالا اور انہیں کہا کہ تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ......اسی طرح پھر بائیں پہلو پر ہاتھ پھیر کر سیاہ رنگ کی چیونٹیوں کی شکل میں اولادِ آدم کو باہر نکالا اور انہیں کہا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ (جبکہ میں بے نیاز ہوں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں)۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن شریف میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔پھر اللہ تعالی نے ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا بعض نے بخوشی اور بعض نے بکراہت اس کی ربوبیت کا اقرار کیا۔تب اللہ تعالی اور اس کے ملائکہ نے کہا کہ ہم اس امر کے (تمہارے اس عہد واقرار کے) شاہد ہیں۔کہیں تم قیامت کو یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو شرک نہ کرتے ہم نے اپنے آباء واجداد کی تقلید کر کے ایسا کیا۔یہی وجہ ہے کہ اولاد آدم میں بعض تو خالص توحید کے مالک ہیں اور اکثر لوگ اپنے آباء واجداد کی تقلید میں گرفتار ہیں اور مشرک ہیں۔

اسی تفسیر کی تائید آیہ ''ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً ،، سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسی ذات مقدس کے آگے تمام مخلوقات زمین وآسمان مطیع ہے خواہ بخوشی خاطر خواہ بکراہتِ خاطر۔سو بخوشی خاطر تو اہل ایمان ہیں اور بکراہتِ خاطر اہل شرک۔اور آیت فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء لھدا کم اجمعین ،، کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی روزِ میثاق (عہد) میں تمہیں ہدایت یافتہ بنانا چاہتا تو تم سب ہدایت یافتہ ہوتے اسی طرح عبداللہ بن وہب نے کتاب القدر میں بروایت ابو کلابہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کو ان کی پیٹھ سے نکالا پھر جو اس کے داہنے ہاتھ میں تھے ان کو دائیں جانب پھینک کر کہا ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا ہے اور میں بے نیاز ہوں اور جو بائیں ہاتھ میں تھے ان کو بائیں جانب پھینک کر کہا ان کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور میں بے نیاز ہوں۔تب ان میں سے ہر ایک کے اعمال کو مقدر کر دیا اور کتاب بند کر دی اور علم الہی سے قلم خشک ہو گیا۔(جو ہونا تھا ہو چکا) آیتِ مسطورہ بالا کی تفسیر میں اور بھی بہت سی روایات ہیں مگر ان میں سے بعض، دیگر بعض کی کسی قدر مخالف ہیں۔چنانچہ بعض سے تو یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ آدم کی

پیٹھوں سے یعنی بعض کو بعض سے نکالا اور بعض روایات میں محض آدم علیہ السلام ہی کی پیٹھ سے نکالنا مذکور ہوا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ جس طرح روز میثاق میں ان سے ربوبیت کا عہد لیا گیا تھا اسی کے مطابق اللہ تعالی نے ہر ایک کو ایک ایسی فطرت پر پیدا کر دیا ہے کہ انہیں مخلوق ہونے کے بعد اس کی ربوبیت سے کچھ انکار نہیں ہوسکتا۔اسی کا نام تقدیر سابق اور میثاق اول ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کے برخلاف کسی کو نہ تو اب، اور نہ ہی روزِ قیامت کسی قسم کی حجت کرنے کا موقع ملے گا بلکہ اللہ تعالی نے ’’فللہ الحجة البالغة،، کی روسے سب پر خواہ کوئی مومن ہو یا کافر اتمام حجت کر دیا ہے۔

احتجاجِ آدم وموسیٰ علیہما السلام

اس مقام پر اس حدیث کی تشریح نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی ہے جو بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے اور مسئلہ قضاوقدر کے باب میں اہم سمجھی گئی ہے’’قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتج آدم وموسى فقال موسى يا آدم انت ابونا خيبتنا واخرجتنا من الجنة فقال له آدم انت موسى اصطفاك الله بكلامه وخط لك التوراة بيده اتلومني على امر قدرة الله على قبل ان يخلقني باربعين سنة فقال النبي صلى الله عليه وسلم فحج آدم موسى فحج آدم موسى فحج آدم موسى،،.

یعنی حضراتِ آدم وموسیٰ علیہما السلام میں گفتگو ہوئی اور ہر ایک نے حجت پکڑی ۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم تو ہی ہمارا باپ ہے تو نے ہمیں جنت سے ناکام رکھا اور ہمیں وہاں سے نکلوایا۔آدم علیہ السلام نے فرمایا تو ہی موسیٰ ہے جس کو خدا نے ہمکلامی کا درجہ بخشا اور اپنے ہاتھ سے توریت لکھ کر تجھے عطا فرمائی ۔کیا تو مجھے ایک ایسے امر کی بابت ملامت کرتا ہے جس کو اللہ تعالی نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر رکھا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ اس جواب پر) آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے (یہ جملہ آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمایا)۔

واضح ہو کہ یہ حدیث ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اور اس کی تفسیر میں علمائے امت نے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں۔اور بعض ملاحدہ نے جو تقدیر اور مشیت الٰہی کے افعال انسانی پر عادی ہونے کے منکر ہیں اس حدیث کی اصلیت سے انکار کیا ہے حالانکہ یہ حدیث اصولِ محدثین کے مطابق ثابت ہے اور ہر ایک قرن میں علمائے امت نے اس کو قبول کیا ہے اور اس امر کی شہادت دی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی زبان حقائق ترجمان سے اس کا ارشاد فرمایا ہے اور بعض دیگر نے اس کی بے معنی تاویلیں کی ہیں مگر دشمنانِ خدا اور رسول کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ جب کوئی نص ان کے عقائد کے مخالف پڑا کرتی ہے تو اسی طرح یا تو اس سے انکار کر دیا کرتے ہیں یا اس کو خلاف مقصود کسی دوسرے مفہوم پر محمول کر لیا کرتے ہیں ۔اسی قسم کے لوگوں نے

دین میں رخنہ اندازیاں پیدا کر کے فرقے قائم کئے (خَذَلَھم اللہ تعالی) لیکن اگر یہ منکرین حدیث کے مفہوم اصلی سے آگاہ ہوتے تو کبھی انکار نہ کرتے اور ان پر تکذیبِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام عائد نہ ہوتا۔

اس حدیث کی توجیہ میں علماء نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں مگر ہمیں ان سب توجیہات کا ذکر کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کی وہ توجیہ جو صحیح ہے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث بادی النظر میں فرقہ جبریہ کی دلیل ہوسکتی ہے جو انسان کے نیک وبد اعمال کو تقدیر الٰہی پر حوالہ کر کے انسان کو مطلقاً بے قصور قرار دیتے ہیں اور وجہ استدلال یوں بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے جرم کو تقدیر الٰہی پر حوالہ کر کے موسی علیہ السلام کے اعتراض کا جواب دیا۔ برخلاف اس کے معتزلہ قدریہ نے تو حدیث ہی کا انکار کر دیا کیونکہ انہیں کوئی صحیح جواب اپنے مسلک کے مطابق معلوم نہیں ہوا۔

یہ امر مسلم ہے کہ موسی علیہ السلام توحید ذات باری اور اس کے اسماء وصفات کی حقیقت کا کامل علم رکھتے تھے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو ایک جرم کی بابت ملامت کرتے جس سے وہ توبہ کر چکے تھے اور وہ توبہ قبول بھی ہوگئی یا یہ کیسے ممکن تھا کہ آدم علیہ السلام اپنے جرم پر یہ عذر پیش کرتے کہ چونکہ تقدیر سابق میں ایسا لکھا تھا اس لئے مجھ سے سرزد ہوا کیونکہ ایسا صحیح مانا جائے تو شریعت کے تمام اوامر ونواہی کا بطلان لازم آتا ہے۔

بلکہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ موسی علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو ان کے جرم پر ملامت نہیں کی تھی بلکہ یہ ملامت اس مصیبت پر تھی جو آدم علیہ السلام کے جرم کی وجہ سے خود آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر عائد ہوئی۔ اور وہ مصیبت ان کا بہشت سے نکالا جانا تھا جس کا سبب وہی جرمِ آدم علیہ السلام تھا نہ کچھ اور...... اور جس کی وجہ سے ان کی اولاد بھی محروم رہی چنانچہ لفظ ''اخرجتنا،، (تو نے ہمیں جنت سے نکالا) اور لفظ ''خیبتنا،، (تو نے ہمیں محروم رکھا) سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

گویا آدم علیہ السلام کا جواب یوں تھا کہ اسے موسی تیرا اس مصیبت پر ملامت کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ مصیبت تو میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی مقدر ہو چکی تھی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ موسی علیہ السلام کا ملامت کرنا اس مصیبت کی وجہ سے تھا جو بسببِ جرمِ آدم علیہ السلام سب پر عائد ہوئی نہ اس جرم پر جس کا ارتکاب آدم علیہ السلام نے کیا تھا جس سے جبریہ فرقہ کی دلیل قائم ہوسکے۔

اور یہ مسلم ہے کہ گناہ اور معصیت کے عذر پر تو تقدیرِ سابق کو پیش نہیں کیا جاسکتا اور مصیبت پر پیش کیا جاسکتا ہے یعنی یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ میں نے جرم اِس لئے کیا ہے کہ تقدیر میں ایسا لکھا تھا اور یوں کہنا صحیح ہوسکتا ہے کہ فلاں مصیبت کا وارد ہونا تقدیر سابق میں مقدر تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ بہت صحیح جواب ہے جو اس حدیث میں فرقہ جبریہ کے رد میں دیا جاسکتا ہے۔

بعض علمائے کتاب وسنت نے ایک اور بھی جواب دیا ہے جو بجائے خود مفید اور بامعنی ہے اور وہ یہ ہے کہ

☆کل ما اصابک فاجرہ علی اللہ من الھم والغم والحزن والجوع والفقر والمرض والدین والمصائب.☆

جرم ومعصیت میں تقدیر سابق کو عذر میں پیش کرنا بعض مواقع پر تو نافع ہوا کرتا ہے اور بعض مواقع پر مضر۔ مثلاً اگر انسان سے گناہ سرزد ہوا اور توفیق الٰہی سے توبہ کر کے رجوع الی القدر کر گیا تو یوں کہنا بے جانہ ہوگا کہ تقدیر سابق میں ایسا ہی لکھا تھا کیونکہ اس سے بھی ایک قسم کا اقرار ربوبیت اور اظہار عبودیت کا مفہوم پایا جاتا ہے لیکن ایسی حالت میں کہ ادھر تو گناہ کر رہا ہے اور ادھر بے باکانہ طور پر یوں کہہ رہا ہے کہ خدائے تعالی نے ایسا ہی لکھا تھا تقدیر سابق کو اپنی بریت میں پیش کرنا ''عذر گناہ بدتر از گناہ،، کا مصداق ہے کیونکہ پہلی صورت میں اوامر نواہی شریعت کا عدم ضرورت ثابت نہیں ہوتا اور اس دوسری صورت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نیک و بد اعمال سب کچھ خدا کرواتا ہے بندہ کا درمیان کچھ تعلق نہیں حالانکہ یہ جواب شریعت حقہ کے بطلان کا مستلزم ہے۔پس ایسی صورت میں تقدیر سابق کو عذر میں پیش کرنا مضر ہے کیونکہ یہ وہی غلط طریق ہے جو مشرکین نے اختیار کیا تھا اور کہا ''لو شاء الله مااشر کناو لا آباؤنا،، (یعنی اگر اللہ تعالی چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤاجداد شرک نہ کرتے)۔الغرض توبہ صحیح کے بعد عذر گناہ میں تقدیر سابق کو پیش کرنا تو صحیح ہے اور قبل از توبہ درست نہیں۔اور آدم علیہ السلام نے بعد از توبہ ہی ایسا عذر کیا تھا جو ایک گونہ اظہار پر مبنی ہے اس لئے حدیث مسطورہ بالا کسی طرح محل اعتراض نہیں ہوسکتی۔

تقدیر ثالث

یہ وہ مقام ہے جب بچہ رِحم مادر میں ہوتا ہے اور اس کی سعادت وشقاوت اور عمر ورزق وغیرہ حالات مقدر کئے جاتے ہیں اس کے ثبوت میں مختلف احادیث وارد ہو چکی ہیں۔

بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ مخبر صادق جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ان احدکم ليجمع خلقه فی بطن امه اربعين يوما ثم يكون فی ذلک علقة مثل ذلک ثم يكون فی ذلک مضغةمثل ذلک، ثم يرسل الله اليه الملک فينفخ فيه الروح ويومر باربع كلمات يكتب رزقه واجله وعمله وشقي اوسعيد، فوالذی لااله غيره ان احدكم ليعمل علی عمل اهل الجنةحتی مايكون بينه وبينها الاذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعض اهل النار فيدخلها وان احدكم ليعمل بعمل اهل النارحتی مايكون بينه وبينها الاذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيد خلها متفق عليه،،

حاصل یہ ہے کہ رحم مادر میں چالیس دن تک نطفہ میں انقلاب ہو کر علقۃ (خون بست) بن جاتا ہے۔پھر چالیس دن میں مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بن جاتا ہے۔پھر اللہ تعالی ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ اس بچہ کی روزی عمر۔عمل۔سعادت وشقاوت لکھ دے اس وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ کوئی شخص اہل جنت کے اعمال صالحہ کر رہا ہوتا ہے حتی کہ اس کے جنت میں داخل ہونے

☆اعلم ان الشدائد تفتح الاسماع والابصار،وتحيی القلب،وتردع النفس وتذكر العبد،وتزيد الثواب.☆

میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے (یعنی بہت قریب ہو جاتا ہے) کہ تقدیر الٰہی (جو رحم مادر میں مقدر ہوئی تھی) اس پر غالب آ کر اس کو جہنم میں گرا دیتی ہے اور اسی طرح کوئی شخص اہل جہنم کے اعمال قبیحہ کر رہا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے جہنم میں داخل ہونے میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی اس پر غالب آ کر اس کو جنت میں داخل کر دیتی ہے۔

اور صحیح مسلم میں بروایت حذیفہؓ بن اسید مروی ہے۔ ''قال صلی الله علیه وسلم یدخل الملک علی النطفة بعد ماتستقرفی الرحم باربعین اوخمس واربعین لیلة فیقول یارب اشقی ام سعید فیکتبان فیقول ای رب اذکر ام انثی فیکتبان ویکتب عمله واثره اجله ورزقه فلا یزاد فیها ولاینقص،،۔

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ پر فرشتہ چالیس یا پینتالیس دن کے بعد آتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا! اس کو نیک بخت لکھوں یا بد بخت؟ سو جیسا ہو لکھا جاتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے خدایا! مذکر لکھوں یا مؤنث سو جیسا ہو لکھا جاتا ہے بعد ازاں اس کے اعمال اور عمر اور روزی کو لکھا جاتا ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

اور عبداللہ بن عمرو ابن عاص کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں ''لیسئل الملک عندذلک فیقول یارب اسقط ام یتم فیبین له ثم یقول یارب اواحد ام توام اسقط ام یتم ثم یقول اقطع رزقه مع خلقه فیقضیهماجمیعا فوالذی نفس محمد بیده لاینال الاماقسم له یومئذ اذا اکل رزقه قبض،، یعنی چالیس دن نطفہ کے رحم مادر میں قرار پکڑنے کے بعد فرشتہ بارگاہ رب العالمین میں سوال کرتا ہے کہ خدایا! یہ بچہ ادھورا پیدا ہوگا یا پورا؟۔ اللہ تعالیٰ اس امر کو بیان فرما دیتا ہے۔ پھر فرشتہ کہتا ہے کہ خدایا! ایک ہی ہوگا یا جفت؟ اللہ تعالیٰ اس بات کو بھی بیان فرما دیتا ہے پھر کہتا ہے کہ خدایا! اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی روزی کا فیصلہ کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر دو امر کا فیصلہ کر دیتا ہے خدائے وحدہ، لاشریک کی قسم ہے کہ انسان وہی کچھ پاتا ہے جو اس کے لئے اس دن مقدر ہو چکا ہے سو جب وہ شخص اپنی روزی کو پورا کر لیتا ہے تو روح اس کی قبض کر لی جاتی ہے یعنی مر جاتا ہے

اور مسند امام احمد میں بروایت ابی الدرداءؓ مروی ہے قال فرغ الله عزوجل الی کل عبدمن خمس من اجله ورزقه ومضجعه واثره وشقی ام سعید،، ۔یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ مدت عمر۔ روزی۔ جائے دفن۔ اعمال۔ سعادت وشقاوت۔ اور بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''السعید من سعد فی بطن امه، ،یعنی سعادت مند وہ شخص ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں سعادت مند ہوتا ہے یعنی نطفہ سے علقہ ہونے تک اللہ تعالیٰ فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ بچہ کو سعید یا شقی لکھ دے۔ اس امر کی تصدیق کہ رحم مادر میں بچہ کی مذکورہ بالا پانچ چیزوں

کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے بہت سی اوراحادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے ہم نے بخوف طوالت بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا ہاں بعض روایات کے الفاظ بعض دیگر روایات سے کچھ مختلف ہیں مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ فرشتہ جو مذکورہ بالا پانچ چیزوں کو لکھتا ہے اور ہے اور جو فرشتہ روح پھونکتا ہے وہ اور ہے (جو ایک سو بیس دن کے بعد بچہ میں نفخِ روح کرتا ہے) یہ امر بہت سے لوگوں پر مخفی رہا ہے اس لئے انہوں نے چالیس اور ایک سو بیس دن کی روایات میں تعارض خیال کیا حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں۔

تقدیر رابع

یہ تقدیر لیلۃ القدر میں واقع ہوئی ہے اور اس کی ضرورت پر قرآن مجید ناطق ہے ''انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین فیها یفرق کل امر حکیم،،۔ یعنی ہم نے قرآن مجید کو برکت والی رات میں نازل کیا بیشک ہم عذاب سے ڈراتے ہیں اس مبارک رات میں ہر ایک امر جو عین حکمت پر مبنی ہوتا ہے کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کی جاتی ہے...... یہ امر کہ وہ رات لیلۃ القدر ہی ہے۔ آیہ ''انا انزلناه فی لیلة القدر ،، سے ثابت ہے اور جن لوگوں نے نصف شعبان کی رات کو خیال کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ بروایت ابن عباسؓ مروی ہے ''یکتب من ام الکتاب فی لیلة القدر مایکون فی السنة من موت وحیوة ورزق ومطر حتی الحجاج،، یعنی لوح محفوظ سے لیلۃ القدر میں تمام ان حوادثا کو مقدر کیا جاتا ہے جو سال بھر میں ہونے والے ہوں حتی کہ یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرینگے اور بروایت مقاتل مروی ہے ''یقدر الله فی لیلة القدر امر السنة فی بلاده وعباده الی السنة القابلة،، یعنی اللہ تعالی لیلۃ القدر میں سال بھر کے امور اپنے شہروں اور بندوں میں اندازہ لگا دیتا ہے۔

تقدیر خامس

تقدیرِ خامس کی ضرورت پر بھی قرآن مجید ناطق ہے حیث قال سبحانہ وتعالیٰ ''﴿کل یوم هو فی شان﴾ ،، حاکم نے اپنی صحیح میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ روایت کیا ہے۔ ''ان مما خلق الله لوحاً محفوظاً من درة بیضاء وفتاه من یاقوتة حمراء قلمه نور و کتابه نور ینظر فیه کل یوم ثلثمآة وستین نظرة ففی کل نظرة منها یخلق ویرزق ویحیی ویمیت ویعز ویذل ویفعل مایشاء فذلک قوله﴿ کل یوم هو فی شان﴾ ،، یعنی اللہ تعالی کی مخلوقات میں لوح محفوظ بھی ہے جو سفید موتی سے بنائی گئی ہے جس کے ہر دو کنارے سرخ یاقوت سے ہیں اور اس کا قلم نور سے اور اس کی کتاب بھی نور سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالی اس پر ہر روز تین سو ساٹھ دفعہ اپنی نظر ڈالتا ہے اور اس کی ہر ایک نظر میں پیدائش ۔روزی۔ زندہ کرنا۔ مارنا۔ عزت دینا۔ ذلیل کرنا وقوع میں آتا رہتا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور اللہ تعالی کے قول ''کل یوم هو فی شان،، کی یہی صحیح تفسیر ہے۔...... (جاری ہے)

☆اکثر مایخاف لایکون ،وغالب مایسمع من مکروه لایقع،وفی الله کفایة وعنده رعایة ،ومنه العون . ☆